چین کے اردو سفر ناموں میں چینی تہذیب و ثقافت کی عکاسی: تنقیدی جائزہ

ڈاکٹر الماس خانم
ایسوسی ایٹ پروفیسر
محمد نصیر، سکالر ایم فل
شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور

Abstract

This research paper explores the representation of Chinese civilization and culture in Urdu travelogues written during the 20th century. These travel narratives, authored by prominent Pakistani scholars, writers, journalists, and poets, reflect the experiences of individuals who visited China under various delegations or personal ventures. The study categorizes these travelogues into three groups: official delegations, invited guests, and independent travelers. A critical examination reveals that these works capture not only the geography and politics of modern China but also its deep-rooted traditions, societal values, religious diversity, and rapid transformation.Writers like Abdul Hameed Badauni, Abdul Quddus Hashmi, and Kausar Niazi documented early post-revolution China with a focus on religious minorities, particularly Muslims. Authors like Ibn-e-Insha, Aslam Kamal, and Amjad Islam Amjad brought a literary and observational richness that captured both urban and rural Chinese life, emphasizing simplicity, discipline, and collective national progress. Moreover, these travelogues highlight China's educational system, family structure, agricultural discipline, and gender equality, along with its historical heritage and technological innovations.A common theme across these travelogues is admiration for Chinese dedication to cultural preservation and socioeconomic development. The paper also identifies the limitations faced by the authors, especially in accessing rural life, due to time constraints and official itineraries. Despite these, several travel writers successfully portrayed the contrast and harmony between traditional and modern China.Ultimately, these Urdu travelogues serve not only as cultural documentation but also as literary bridges between Pakistan and China, deepening mutual understanding and respect. The research concludes that 20th-century Urdu travel literature on China significantly contributes to cross-cultural knowledge and showcases China as a land of ancient wisdom and modern dynamism through the eyes of Urdu-speaking travelers.

Key Words: Urdu Travelogues (اردو سفر نامے), Chinese Civilization (چینی تہذیب), Cultural Exchange (ثقافتی تبادلہ), Pak-China Relations (پاک چین تعلقات), Socioeconomic Transformation (سماجی اقتصادی تبدیلی)

اردو زبان میں چین پر لکھے جانے والے سفر نامے دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ سفر نامے جو براہِ راست چین پر لکھے گئے ایسے سفر ناموں میں تفصیل کے ساتھ چین کی تہذیب و معاشرت بیان کی گئی ہے۔ جبکہ دوسرے وہ سفر نامے ہیں جن میں چین کا ضمنی ذکر ملتا ہے یہ سفر نامے ایک سے زیادہ ممالک کی معاشرت کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ ان سفر ناموں میں چین کے مختصر حالات اور تہذیب و معاشرت کو ضمنی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ چین پر لکھے گئے ان تمام سفر ناموں میں چینی تہذیب و ثقافت کے عناصر بخوبی ملتے ہیں۔ ان سفر ناموں کے ذریعے اردو زبان کا قاری گھر بیٹھے چین کی تہذیب و ثقافت سے آگاہ ہو سکتا ہے۔

چین دُنیا کی قدیم ترین تہذیب کا گہوارہ ہے۔ جس کے اثرات آج بھی دنیا بھر میں ملتے ہیں۔ چینی قوم نے اپنی قدیم تہذیب کو مکمل طور پر محفوظ کر رکھا ہے۔ مختلف عجائب گھر جن کی تعداد ۲۲۰۰ تک جا پہنچی ہے اس تہذیب کو اپنے سینوں میں محفوظ کیے ہوئے ہیں۔ آزادی چین ۱۹۴۹ کے بعد ماؤزے تنگ اور ان کے عقیدت مندوں نے اپنی قدیم اور زندہ تہذیب کو محفوظ کرنے کے ایسے بہت سارے اقدامات کیے جن کی بدولت آج چین اور اس پر گزرنے والے صدیوں پر محیط حالات و واقعات ایک ایک کر کے محفوظ ہیں۔ چین کے لوگ اپنے اس ورثے کو بہت زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آج بھی اپنے بڑوں کے کیے گئے اقدامات کو نصیحت آموز سبق کے طور پر یاد رکھتے ہیں اور ان کی اچھائیوں اور برائیوں کا فرق واضح کرنے کے بعد اپنی اگلی زندگی کے بارے میں اصولی فیصلے اپناتے ہیں۔ پاکستان سے چین کا سفر کرنے والوں کو جدید چین میں بھی قدیم تہذیب و ثقافت کے عناصر نمایاں طور پر جلوہ گر نظر آئے جنہیں انہوں نے اپنے سفر ناموں میں پیش کر کے قارئین کو چین کی تہذیب و ثقافت سے آشنا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان سفر ناموں میں سفر نامہ نگاروں نے چین کی تہذیب و ثقافت کے مختلف رنگ اجاگر کرنے کی سعی کی ہے۔ یہاں بیسویں صدی میں اردو میں چین کے بارے میں لکھے گئے سفر ناموں کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

تاثرات چین

"تاثرات چین" مولانا عبد الحامد بدایونی کا چین کے سفر پر مشتمل معمولات کا احوال ہے۔ ۱۹۵۶ میں چین سے مسلمانوں کا ایک وفد پاکستان آیا جس کی میزبانی کے فرائض جمعیت علما پاکستان نے سرانجام دیے۔ اس وفد کے دورہ پاکستان کے بعد تبادلے کے طور پر جمعیت علمائے پاکستان کا ایک وفد بھی چین گیا۔ اس وفد میں مولانا عبد الحامد بدایونی اور مولانا عبد القدوس ہاشمی جیسے جید علمائے کرام شامل تھے۔

مولانا عبد الحامد بدایونی نے اپنے اس سفر نامے میں چین کے مختلف شہروں کا احوال بیان کیا۔ وہاں کے لوگوں کے رہن سہن، خوراک اور کام کاج کا بھی ذکر کیا اور سب سے بڑھ کر وہاں پر بسنے والے مسلمانوں کے حالات ان کے

عقائد اور زندگی بسر کرنے کے طریقہ کار پر سیر حاصل بحث کی۔ مولانا عبد الحامد بدایونی اور آپ کے دیگر وفد کے ارکان اسلامی نقطہ نظر کے حامل تھے اور چین میں جانے کا مقصد بھی وہاں کے مسلمانوں کی زندگی کے تہذیبی و تمدنی اور ثقافتی پہلوئوں کا جائزہ لینا تھا۔ جس کے لیے انہوں نے بھرپور کوشش کی اور بڑی حد تک انہوں نے کامیابی بھی حاصل کی۔ چین ایک ایسا ملک ہے جس میں کسی بھی مذہب کی سرکاری سرپرستی نہیں کی جاتی۔ جو لوگ جس سوچ اور عقیدے کے مطابق زندگی گزارنے کا شوق رکھتے ہیں انہیں مکمل آزادی دی جاتی ہے اور لوگ اپنے مذاہب اور عقائد کے مطابق ہی زندگی کو پروان چڑھاتے ہیں۔ مولانا نے اپنے سفر نامے میں چین میں بسنے والے مسلمانوں کے مذہبی عقائد پر روشنی ڈالی ہے۔

مولانا نے اپنے سفر کے دوران سب سے پہلے کینٹن شہر کا ذکر کیا ہے۔ کینٹن شہر چین میں اسلامی نقطہ نگاہ سے ایک مقدس مقام ہے۔ کیونکہ یہاں پر ہی سب سے پہلے مسلمانوں کی آمد ہوئی اور انہوں نے یہاں پر اسلامی تعلیمات اور عقائد اسلامیہ کا پرچار کیا۔

مولانا صاحب نے کینٹن کی تاریخ اور وہاں پر بسنے والے مسلمانوں کے رہن سہن کا بغور جائزہ لیا۔ اس حوالے سے بدایونی (1) ایک اقتباس میں لکھتے ہیں:

> "شہر کینٹن ایک قدیم ترین شہر ہے اور اکثر و بیشتر بازار وغیرہ اس کے مصر کے نمونے کے ہیں۔ یہاں کی آبادی لاہور کے برابر ہے۔ مسلمانوں کی تعداد یہاں ۵ ہزار بتائی گئی۔ یہاں چار بڑی اور وسیع مسجدیں ہیں"۔

شہر ہانگچو میں مسلمانوں کے لیے بنائے جانے والے کھانوں کے بارے میں بدایونی (1) لکھتے ہیں:

> "یہاں مسلمان باورچی اور ذبیحہ کا خصوصی انتظام تھا۔ ہوٹلوں میں عام طور پر ہم نے جس قدر کھانے کھائے وہ ہمارے مذاق کے مطابق نہ تھے مگر اس ہوٹل کے مسلم باورچی نے شامی کباب اور کوفتے اس قدر لذیذ بنائے تھے کہ پاکستانی کھانے کا لطف آ گیا۔"

چین کا سفر کرنے والے اس وفد نے چین کے نظام تعلیم کا بھی جائزہ لیا۔ تعلیم کے حوالے سے ہونے والے اخراجات کے متعلق بھی معلومات حاصل کیں اور آخر میں بدایونی (1) جس نتیجہ پر پہنچے وہ ان الفاظ پر مشتمل ہے:

> "ہمارے نزدیک نظام تعلیم وہی کامیاب ہے جو ایک طرف طلبا کے اخلاق و عادات کو سنوار دے۔ طلبا کی رگوں میں اپنے ملک کی خدمات کا ولولہ پیدا کر دے۔ ان کی روزمرہ زندگی کو سادہ بنایا جائے۔ وہ

اسکول و کالج و یونیورسٹی سے نکل کر معاش کے لیے مارے مارے نہ پھریں۔ ان میں چستی اور محنت کی عادت ڈالی جائے چنانچہ ان نقطہ ہائے نظر کے تحت چین کا نظامِ تعلیم یقیناً بہتر ہے۔"

چین کا نظامِ تعلیم معاشرے کی ضروریات اور سماجی مسائل کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ تعلیم آسان کر دی گئی ہے۔ چین میں تعلیمی پالیسی وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل کی جاتی ہے اور جدید تعلیمی نظام متعارف کرایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ طلبا کو عملی زندگی کے لیے مختلف کورس کرائے جاتے ہیں۔ آغاز ہی سے طلبا کے شوق کا خیال رکھا جاتا ہے اور طلبا اسی شعبہ میں تعلیم حاصل کرتے ہیں جس میں آگے چل کر عملی زندگی گزارنی ہوتی ہے۔

مولانا عبد الحامد بدایونی صاحب نے اس سفر نامے میں چین کے مزدوروں کا احوال بھی بیان کیا اور مختلف کارخانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے وہاں کے لوگوں کے لیے دی جانے والی سہولیات کا بھی مشاہدہ کیا۔ چین کے بارے میں لکھے گئے سفر ناموں میں اس سفر نامہ کو اولین سفر ناموں میں سے ایک ہونے کی وجہ سے خاص اہمیت حاصل ہے۔ سفر نامہ کی صورت میں یہ اولین ماخذ ہے جس سے چین کی تہذیب و ثقافت پر روشنی پڑتی ہے۔

سفر چین

"سفر چین" مولانا عبد القدوس ہاشمی کے تصنیف ہے جو ان کے سفر چین کے مشاہدات، تجربات اور آزادی کے فوراً بعد کے چین کے حالات و واقعات پر مبنی ہے۔ یہ سفر نامہ خالصتاً مذہبی رنگ میں رنگا ہوا ہے کیونکہ مولانا صاحب خود ایک عالم دین تھے اور انہوں نے یہ سفر بھی علما کے ایک وفد کے ساتھ ہی ۱۹۵۶ میں جمعیتہ اسلامیہ چین کی دعوت پر کیا۔ جمعیتہ اسلامیہ چین ایک علما کی مجلس ہے جو حکومت نے بنائی ہے۔ اسی طرح دوسرے مذاہب جو چین میں بستے ہیں ان تمام مذاہب کی مجالس وجود میں آئیں مگر بعد میں ان کے وجود کے بارے میں کوئی شہادتیں نہیں ملتیں۔ مولانا صاحب ایک اقتباس میں چین میں مذاہب کے حوالے سے ہاشمی (2) لکھتے ہیں:

> "چین میں کمیونزم سرکاری مذہب ہے اور انتہائی شدت کے ساتھ اسے پھیلایا جا رہا ہے۔ باقی مذاہب کو قائم رکھا گیا ہے۔ انہیں انفرادی و اجتماعی مراسم عبادت کی اجازت بھی حاصل ہے لیکن انہیں تبلیغ کی اجازت نہیں۔ چین میں اقلیتی نسلوں کو قومیتیں کہا جاتا ہے اور آبادی کی تقسیم نسلوں پر ہے۔ سب سے بڑی نسل ہان ہے۔ تقریباً ۵۴ فیصد آبادی اس نسل سے تعلق رکھتی ہے۔ مذہباً یہ لوگ شنتو اور تائو ہیں۔"

چین میں قوموں کی تقسیم مذہب کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ قومیتوں کی بنیاد پر ہوتی ہے جو کہ آغاز ہی سے اسی طرز پر تقسیم کی گئی تھی اس لیے اب بھی کسی مذہب کے تعلق رکھنے والے لوگوں کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہوتا

ہے۔مولانا عبد القدوس ہاشمی نے نوزائیدہ چین کا سفر کیا اور ایسے ملک کے بارے میں مشاہدات کیے جو ابھی تک صحیح طرح سے خود کو سنبھال بھی نہ سکا تھا۔ لوگ غربت اور مفلسی کی زندگی گزار رہے تھے۔ معاشی بد حالی اپنے عروج پر تھی، خوراک کی کمی بہت زیادہ تھی اور لوگ غربت کی لکیر سے بھی نیچے کی زندگی گزار رہے تھے۔ مولانا صاحب نے اپنے سفر نامے میں ان مسائل کا ذکر کیا جن کا اس وقت کے چین کو سامنا تھا اور حکومت ان مسائل سے چھٹکارہ حاصل کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ سب سے بڑا مسئلہ تو خوراک کا تھا۔ بہت زیادہ آبادی کی وجہ سے خوراک کی پیداوار اتنی نہ تھی۔ اس لیے بعض علاقوں میں قحط سالی جیسے مسائل بھی تھے۔ سفری مشکلات، تعلیمی مسائل، ملازمت کا نہ ہونا اس عہد کے بڑے مسائل تھے۔ خوراک چین کا آغاز ہی سے سب سے بڑا مسئلہ رہا ہے۔ زمانہ ماضی میں خوراک کی قلت کے باعث لوگ کوئی بھی چیز جو سانس لیتی تھی کھا جاتے تھے۔ سانپ بچھو، کیکڑے، چھپکلی اور جانے کیا کچھ چینی خوراک کی کمی کے باعث کھاتے تھے۔ آج یہی چیزیں ان کی خوراک کا حصہ ہیں اور گوشت کی کمی کو انہی چیزوں سے پورا کیا جاتا ہے۔ خوراک اور لباس کے حوالے سے ہاشمی (2) کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> "چین دو چیزوں میں مفلس واقع ہوا ہے۔ اوّل تو اس کے پاس جنگل بہت ہی ناکافی ہیں دوسرے دودھ دینے والے جانوروں کی بڑی حد تک کمی ہے۔ حالانکہ چراگاہوں کی کمی نہیں۔ جانور اس ملک کے چھوٹے قد کے ہوتے ہیں اور گائیں بھینسیں دودھ بھی کم دیتی ہیں۔ چین کی آبادی اتنی زیادہ ہے کہ اب تک غذائی اجناس کی پیداوار کافی نہیں ہوتی۔ روئی کی کثیر مقدار پیدا ہونے کے باوجود اور اس کے باوجود کہ اب کپڑے کے بہت سے بڑے بڑے کارخانے بھی کام کر رہے ہیں چین میں کپڑوں کی کمی ہے۔"

حکومت کی کمانڈ اینڈ کنٹرول پورے ملک کی عوام پر ہے اور ہر لحاظ سے عوام کی نگرانی کی جاتی ہے۔ بعض اوقات حکومت کی پالیسوں کی وجہ سے لوگوں کو پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ جب حکومت جبری کام لیتی ہے اور اجرت میں بہت تھوڑی رقم ملتی ہے۔ اس کے باوجود لوگ حکومت کے تابع ہیں اور حکومتی احکامات کی پیروی بھی کی کرتے ہیں۔ چین کی خارجہ اور داخلہ پالیسی آغاز میں دوسرے ممالک کی نسبت بہت زیادہ مختلف تھی۔ چین میں کسی بھی قسم کی گاڑی، ریل گاڑی یا ہوائی جہاز داخل نہ ہو سکتا تھا۔ جو لوگ چین میں آنا چاہتے تھے یا وہاں سے جانا چاہتے تھے وہ بارڈر تک آ جا سکتے تھے اس سے آگے چین کا بارڈر پیدل کراس کرنا پڑتا تھا اور آگے چینی ریل گاڑی لوگوں کو خوش آمدید کہا کرتی تھی۔ اسی طرح چین سے باہر بھی کوئی چیز آ جا نہ سکتی تھی۔ آغاز میں چین نے چند ایک ممالک سے تعلقات بحال

کیے تھے جن میں پاکستان سر فہرست ہے اور پھر روس کے ساتھ اچھے مراسم قائم ہوئے۔پاکستان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اگر پہلی بار کسی جہاز نے چین کی فضائی حدود میں پرواز کی تو وہ پاکستان انٹرنیشنل ائیر لائن کے جہاز ہی تھے۔یوں چین میں پہلی پرواز پاکستان سے داخل ہوئی اور چین نے بیرونی دُنیا سے تعلقات استوار کیے۔

روس اور چین کے نظریات بہت زیادہ یکساں تھے اور اب بھی ہیں۔اس لیے ان دونوں ممالک کے درمیان بہت اچھے تعلقات رہے ہیں۔جن کا مشاہدہ مولانا عبد القدوس ہاشمی نے بھی کیا اور اسے سفر نامے میں بیان بھی کیا ہے۔ انہوں نے روس کے چین میں بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ کا جائزہ لیا اور اپنے سفر نامے میں بھی اس کا تذکرہ کیا۔ اس حوالے سے جب انہوں نے سنکیانگ کا دورہ کیا تو ہاشمی(2) نے حالات کا جائزہ ان الفاظ میں پیش کیا:

> "سیاسی صورتِ حال یہ ہے کہ صوبہ سنکیانگ تبت کی طرح نیم خود مختار علاقہ کہا جاتا ہے۔مگر پولیس، محکمہ قیامِ امن، دفاع، امور خارجہ اور معاشی راہنمائی کے سارے محکمے مرکزی حکومت پیکن کے ماتحت ہیں۔مقامی نظم ونسق کے لیے ایک مجلس منتظمہ قائم ہے۔اس مجلس کے کام پر اور دوسرے تمام امور پر روسی نگرانی سختی سے قائم ہے اور سنکیانگ ہی پر کیا منحصر ہے۔ ہمیں تو اپنے پورے سفر میں چین کے ہر کام پر روسی نگرانی نظر آئی۔"

مولانا عبد القدوس ہاشمی نے چین میں جو وقت بھی گزارا اس میں ہر لمحہ چین کی عوام کو پرکھنے کی کوشش کی اور ان سے متعلق وہ تمام باتیں جاننے کی کوشش کی جو ان کے دل میں زور پکڑ رہی تھیں۔لہٰذا انہوں نے سخت محنت اور لگن سے اس ملک کے حالات کو دیکھا اور روزانہ کی بنیاد پر قلم بند کرتے ہوئے اپنے سفر نامے کے ذریعے تمام تفصیلات لوگوں تک من وعن پہنچائیں۔یہ سفر نامہ آزادی کے فوراً بعد چین کے حالات وواقعات پر بہترین اور مستند دستاویز ہے۔

چلتے ہو تو چین کو چلیے

"ابن بطوطہ کے تعاقب میں"، "دُنیا گول ہے"، "اُردو کی آخری کتاب" اور "آوارہ گرد کی ڈائری" کے مصنف ابن انشا نے ادیبوں کے ایک قافلہ کے ساتھ چین کا سفر کیا اور واپسی پر سفر نامہ "چلتے ہو تو چین کو چلیے" تحریر کیا۔ابن انشا نے یہ سفر ایک سیاح کے طور پر کیا اور چین کی سیاحت کے دوران وہاں کی تہذیب کا گہرائی میں مشاہدہ کیا اور چینیوں کے اخلاق وعادات، تعلیم وتربیت، رسوم ورواج، اقتصادی ومعاشی صورتِ حال اور قدیم چینی روایات کے علاوہ چینیوں کی جدوجہد آزادی کا بغور مطالعہ کیا۔ مختلف مواقع پر وہاں کے لوگوں کی طرز بودوباش کو قریب سے دیکھنے کی

کوشش کی۔ وہ مختلف شہروں میں بھی گئے جہاں مختلف صنعتیں اور کارخانے وجود میں آ چکے تھے اور لوگ محنت و مشقت میں مصروف عمل تھے۔ دیہاتی زندگی کا جائزہ بھی لیا جہاں مرد و عورت اور بچے، بوڑھے اپنے کھیتوں میں مصروف عمل تھے اور ملکی ترقی میں ایک اہم ستون کا کردار ادا کر رہے تھے۔

سفر نامہ "چلتے ہو تو چین کو چلیے" میں چین کے لوگوں کی طرز زندگی اور ان کی عاداتِ خورد و نوش کے حوالے سے بھی خصوصی طور پر جائزہ لیا گیا ہے۔ کھانے پینے کے حوالے سے چینی جو دوسری اقوام سے ممتاز حیثیت رکھتے ہیں وہ ان کا گرم پانی کا استعمال ہے۔ چینی ٹھنڈا پانی استعمال نہیں کرتے اور نہ ہی کسی قسم کی کولڈ ڈرنک کا استعمال کرتے ہیں۔ چینی عوام گرم پانی ہی پیتے ہیں اور اس میں زیادہ تر سبز چائے کے پتے ملا کر استعمال کر لیتے ہیں اور وہ بھی چینی کے بغیر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے وہ ہر وقت چست و توانا اور صحت مند رہتے ہیں۔

ابن انشا نے سفر نامے میں چینی لوگوں کی عاجزی و انکساری کا تذکرہ بھی کیا کہ اگرچہ چین کے لوگ بہت زیادہ محنت کش ہیں اور انھوں نے محنت کی بدولت بہت ساری کامیابیاں بھی سمیٹی ہیں مگر اس کے باوجود غرور و تکبر میں مبتلا نہیں ہوتے بلکہ عاجزی و انکساری ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ چین میں بچوں کی تربیت کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ بچپن سے ہی ان کو حب الوطنی اور محنت و مشقت کا درس دیا جاتا ہے اور بعض صورتوں میں ان کے لیے عملی اقدامات بھی کیے جاتے ہیں۔ ان تمام عوامل کا ابن انشا نے بغور جائزہ لیا اور عملی طور پر بچوں کے ساتھ ان مشقوں میں حصہ بھی لیا وہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے عمل پر حیرانگی کا اظہار کرتے ہیں اور بچوں کی لگن اور محنت کو سراہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اس سفر نامے میں مسلمانوں کی آمد اور چین میں مسلمانوں کی عزت و تکریم کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ روایات کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ صحابی رسول ﷺ تھے، کے آنے سے چین میں مسلمانوں کی آمد ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا اب چین میں سب سے بڑی اقلیت مسلمان ہیں۔ ابنِ انشا نے سفر نامے کے آخر میں ماؤزے تنگ اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے لڑی جانے والی آزادی کی جنگ کا خصوصی ذکر کیا۔ چینی لوگوں کے جذبہ آزادی، سرمایہ دارانہ نظام اور جاگیر دارانہ نظام کے خلاف ان کے عزم و ہمت کا بھرپور انداز میں ذکر کیا۔ آزادی مارچ کے حوالے سے ابنِ انشا(3) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

> "چین کے موجودہ حکمران انقلابیوں کی سخت کوشی کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ نئے چین کی پرانی نسل ہو یا نئی، اس مہم اور اس کے سانحات کی چھاپ سبھی کے ذہنوں پر ملے گی۔ اس واقعہ کے متعلق گیت بھی ہیں ڈرامے بھی، فلمیں بھی ناول اور کہانیاں بھی سچ تو یہ ہے کہ ماؤزے تنگ اس مہیب مہم میں سے گزر کر ہی ماؤزے تنگ بنا۔ عوام کے دلوں کا حکمران جس کا کوئی حریف نہیں۔"

سفر نامہ ”چلتے ہو تو چین کو چلیے“ جدید و قدیم چین کے باسیوں کی طرزِ زندگی اور جدید دور میں چین کی تعمیر و ترقی کے علاوہ مختلف حوالوں سے چین کی عالمی طاقت و اہمیت اجاگر کرتا ہے۔ ابنِ انشا نے اس سفر نامے میں چینی تہذیب و ثقافت کے ایسے مختلف زاویے اجاگر کیے ہیں جو چینی قوم کو سمجھنے میں مددگار ہیں۔

ایک ہفتہ چین میں

مولانا کوثر نیازی مذہبی آدمی تھے۔ ان کا شعبہ صحافت تھا اور بعد میں وہ سیاست میں بھی وارد ہوئے۔ سفر نامہ ”ایک ہفتہ چین میں“ ایک سیاسی سفر کی روداد ہے۔ فروری ۱۹۷۳ میں پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائن نے چین کے لیے پہلی دفعہ فضائی پروازوں کا آغاز کیا تو خیر سگالی کے جذبہ کے تحت حکومت پاکستان نے بیگم نصرت بھٹو کی قیادت میں ایک وفد پہلی چین کی پرواز میں چین بھیجا۔ اس وفد میں مولانا کوثر نیازی وفد کے نائب لیڈر کے طور پر شاملِ سفر تھے۔

سفر نامے کے آغاز میں مولانا کوثر نیازی نے چین کا جغرافیائی پس منظر بیان کیا، چین کی تاریخ اور موجودہ چین کے بارے میں گفتگو کی۔ انہوں نے وہاں کی آبادی اور اس کے رہائشی نظام پر گفتگو کی۔ مولانا صاحب نے اس سفر نامے میں چین کی تہذیب و معاشرت پر روشنی ڈالنے کی کوشش بھی کی ہے۔ انہوں نے دوران سفر جس چیز کا مشاہدہ کیا اسے کھل کر بیان کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے قدیم چینی بادشاہوں کے مقبروں کو دیکھا، ان کی اپنے عہد میں جاہ و حشمت کا جائزہ لیا اور پھر موجودہ حالات میں دیکھا تو ان پر بھی ایک رقت سی طاری ہوئی۔ ان مقبروں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے نیازی (4) لکھتے ہیں:

> "دیوارِ چین سے تقریباً سات میل مشرق میں من ٹو منبر کی مسافت آدھے گھنٹے سے زیادہ نہیں۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ایک شہر خموشاں آباد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں من بادشاہوں کے تیرہ مقبرے ہیں جنہیں زیر زمین بنایا گیا ہے۔ لیکن کھدائی کے بعد صرف تین مقبروں کا سراغ مل سکا ہے۔ یہ قبرستان پانچ محرابوں کے ایک بڑے دروازے سے شروع ہوتا ہے اور دور تک چلا گیا ہے۔ یہاں ہو کا عالم طاری رہتا ہے۔ مقبرے ادھر ادھر بکھرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ہم نے جس شہنشاہ کا مقبرہ دیکھا وہ آج سے تین سو سال پہلے سر پر آرائے سلطنت تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پر سارا تماشا دیکھ کر خدا یاد آ گیا۔
>
> "کل من علیها فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔"

چین میں بچوں کو حقیقی معنوں میں قوم کا مستقبل سمجھا جاتا ہے اسی لیے ان کی تربیت پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ بچوں کی تربیت کے حوالے سے نیازی (4) کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"چینی قوم نے اپنے بچوں کی ذہنی، جسمانی اور نظریاتی تربیت پر بڑا زور دیا ہے۔ ان کی صحت اور تندرستی دیکھ کر رشک آتا ہے۔ توانا جسم، پھول سے چمکتے ہوئے گال، چہروں پر موج تبسم کی دل آویزیاں۔-----------------

یوں معلوم ہوتا تھا کہ تندرستی پھوٹی پڑ رہی ہے پھر ان بچوں کی حوصلہ مندی اور بے جھجک ہم سے مصافحہ کرتے ہوئے خوشی محسوس کرنا خواہ مخواہ ہمیں متاثر کر رہا تھا اور ہمارے دلوں میں ان کی یادوں کے گہرے نقوش چھوڑتا چلا جا رہا تھا یہ بچے چینی قوم کا مستقبل ہیں اور ظاہر ہے جو قوم اس طریق پر اپنے بچوں کی تربیت کرتی ہے وہ ہمیشہ ایک درخشاں مستقبل کی حامل رہتی ہے۔"

اس قدر غیر معمولی انداز میں بچوں کی تربیت سے بچے بہت کم عمر میں وہ سب کچھ سیکھ جاتے ہیں جو کہ انہیں اگلے پانچ سات سال میں سیکھنا ہوتا ہے۔ اولاد کی تربیت کے ساتھ ساتھ چین کے لوگ اپنی زندگی بھی غیر معمولی انداز ہی میں گزارتے ہیں اس کی ایک مثال نیازی (4) کے سفرنامے سے ملاحظہ ہو:

"چین کے لوگ سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ خیالات کی سادگی، لباس کی سادگی اور طرز و تمدن میں سادگی ان کا طرہ امتیاز ہے۔ ابتدا ہی سے بچوں کو سادگی، نظم و ضبط اور حسن اخلاق کی تربیت دی جاتی ہے۔ حب الوطنی کا جذبہ عام ہے۔ نوجوان چینی محبان وطن نے عوام کو تعلیم دینے میں بڑی دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور ملک و قوم کی بے بہا خدمات انجام دی ہیں۔ انہوں نے حکومت کے اس اعلان کے جواب میں برضا و رغبت اپنی خدمات پیش کیں کہ:

جاہل انسان اندھوں کی طرح ہوتا ہے کیا آپ چین کی تین چوتھائی آبادی کو اندھا دیکھ سکتے ہیں؟"

مولانا کے اس اقتباس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے بڑی باریکی سے چین کے لوگوں کی طرز حیات کا جائزہ لیا۔ ایک اور بات جو سامنے آتی ہے وہ یہ کہ چین کے لوگوں میں شعور کی اس قدر پختگی کی وجہ ان کی اپنی حکومت ہے۔ حکومت نے مخلصانہ کاوشوں کی بدولت لوگوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے طرز معاش کی طرف توجہ دی اور خود عملی طور پر اس میں شریک ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی محنت کے ثمرات اس قدر میٹھے ہیں کہ پورا ملک اس مٹھاس کے ذائقہ سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ چینی حکومت اور عوام کے حوالے سے نیازی (4) ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"چینی قیادت کی اولوالعزمی، عوام کی سخت کوشی، نظم وضبط، اخوت و مساوات کے مظاہر، قابل رشک جسمانی اخلاقی صحت، مستقبل کی ہونہار نژاد نو غرض کہ میرے مشاہدے کا ایک ایک پہلو مجھے دعوت فکر دے رہا تھا۔"

اس قدر سادہ طرز حیات جس میں عوام و خواص، بادشاہ اور معمولی مزدور میں اتنا زیادہ فرق محسوس نہ کیا جا سکے بلاشبہ ایک عظیم قوم ہے۔ اس سوچ کے پیچھے ایک بہت بڑی محنت اور جدوجہد ہے جس میں لاکھوں چینیوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ ان کے سرکردہ راہنما بند کمرے میں بیٹھ کر حکم نہیں چلاتے رہے اور خود عیش و سرور کی سرمستی میں گم ہو کر اپنی ہی عوام کو مختلف مصیبتوں میں نہیں پھنساتے رہے۔ بلکہ عملی طور پر قدم بہ قدم عوام کے ساتھ چلے اور جو کچھ پیروکاروں نے کھایا وہی کچھ خود بھی کھایا۔ جو حالات عام آدمی نے دیکھے انہی حالات میں سے راہنما گزرے۔ اس کی ایک مثال نیازی (4) کے الفاظ میں ماؤزے تنگ کی سادہ زندگی سے ملاحظہ ہو:

"دُنیا کے دوسرے سیاسی راہنمائوں کے مقابلے میں مائوزے تنگ کی زندگی بہت سادہ ہے۔ مثلاً وہ ہاتھ سے بنی ہوئی سوتی جرابیں پہنتے ہیں۔ سادگی ان کی طبیعت کا حصہ بن چکا ہے آج سے تیس برس بیشتر جب وہ انقلابیوں کے ایک گروپ کے لیڈر تھے شمالی مغربی چین کے ایک پہاڑی غار میں امامت گزیں رہے جس کے اندر دو کمرے بنا لیے گئے تھے۔ وہ بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ: "ان کی املاک میں عیاشی کا سامان صرف ایک مچھر دانی ہے۔"

مولانا کوثر نیازی نے چین پر ایک خوبصورت سفر نامہ تحریر کر کے چینی تاریخ اور تہذیب و معاشرت کی عمدہ ترجمانی کی ہے۔

لاہور سے چین تک

سفر نامہ "لاہور سے چین تک" اسلم کمال کا سفر نامہ ہے۔ وہ ایک بہترین مصور اور خطاط ہیں۔ ان کا یہ سفر نامہ کسی ادیب کی تحریر سے کم نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سفر نامہ میں وہ تمام عوامل اور عناصر موجود ہیں جو کہ ایک سفر نامہ کا خاصہ ہوا کرتے ہیں۔ اسلم کمال نے ایک سیاح کا روپ دھارا اور چین کی تہذیب و ثقافت، تاریخ و معاشرت اور ہر اس لحاظ سے مشاہدہ کیا کہ عوام کی زندگی کے مختلف پہلوئوں پر روشنی ڈالی جا سکے۔ انہوں نے چینی لوگوں کی فطری زندگی کو قریب سے دیکھا، بچوں کے مشاغل کو دیکھا۔ گھر کی عورتوں کے کام کاج کا جائزہ لیا، کسان جو کھیتوں میں کام کرتے ہیں ان کی زندگی کی مہمات پر نظر ڈالی، قدیم چین اور اس کی تاریخ کا مشاہدہ کیا اور مختلف بادشاہوں کے حالات و واقعات کا جائزہ بھی لیا۔

اسلم کمال نے چین کو ایک اجنبی ملک کے طور پر نہیں دیکھا بلکہ ایسے سیاح کی نظر سے دیکھا جو قدرت کے نظاروں اور ایک نئی دُنیا کے نظاروں کو اپنی آنکھوں میں سمونا چاہتا ہے۔ وہ چین میں داخل ہوتے ہوئے جہاز کی کھڑکی سے چین کو پہلی نظر دیکھتے ہیں تو کمال(5)ان الفاظ میں اس کا تعارف کراتے ہیں:

> "میں کھڑکی سے باہر دیکھتا ہوں اور منتظر ہوں کہ چین کی سرزمین پر پہلا واضح منظر کون سا، آنکھ دیکھتی ہے چین مائوزے تنگ کا دیس، چوائن لائی کا وطن، ہوں سانگ کا دیس، کنفیوشس کی سرزمین، دیوارِ چین والا ملک، میرے وطن سے عمر میں دو سال چھوٹا، میرے ملک سے کئی گنا رقبہ میں بڑا ملک دُنیا کی تیسری سپر پاور، چھوٹے قد اور گول گول سوئی سوئی سی آنکھوں والی زرد نسل کا وطن، جہاں راوی چین ہی چین لکھتا ہے۔"

سفر نامہ "لاہور سے چین تک" میں چینی تہذیب و معاشرت کی خوبصورت عکاسی کی گئی ہے اور آسان اور عام فہم انداز میں اس کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسلم کمال چین میں عوام کی فطری زندگی سے بہت زیادہ محظوظ ہوتے ہیں۔ وہ جب چینیوں کی سائیکل سواری دیکھتے ہیں تو ان کو خیال آتا ہے کہ جیسے سارا کا سارا چین سائیکلوں پر سوار ہو کر سڑکوں پر نکل آیا ہے۔ جب کسان کو کھیت میں کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اس کی ہنرمندی اور محنت و مشقت کے ساتھ ساتھ ملکی ترقی میں اس کے کردار کو سراہتے ہیں۔ جب ہانگچو اور سوچو جیسے خوبصورت اور دل میں اتر جانے والے علاقوں کی طرف نگاہ دوڑاتے ہیں تو ان شہروں میں کھو سے جاتے ہیں اور ان کی تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ وہ ویسٹ لیک کی سیر کرتے ہیں تو وہاں کے ماحول کو کمال(5)ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> "نومبر کی صبح ناشتے کے بعد ویسٹ لیک میں لانچ پر سیر کی۔ لانچ میں بیٹھتے ہی گرم گرم قہوہ اور کینو دیئے گئے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا خوشگوار محسوس ہو رہی تھی۔ آسمان صاف اور جھیل کا پانی شفاف، کنول کے پھول اور سبز پتے اور مرغابیوں کے غول کے غول دھوم مچا رہے تھے ہانگچو شہر واقعی جس نے نہیں دیکھا اس نے چین نہیں دیکھا۔"

چین میں زرعی ترقی بھی عروج پر ہے۔ کسان بہت زیادہ سخت جان ہیں اور محنت پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔ وہ بہت زیادہ محنت و مشقت کے ذریعے ایک ارب سے زیادہ آبادی کا پیٹ پالتے ہیں اور سرخرو زندگی گزارتے ہیں۔

اسلم کمال نے بھی چین کے کسانوں کو کام کرتے، ہل چلاتے، بیج بوتے، گوڈی کرتے اور فصل کاٹتے ہوئے دیکھا اور اپنے سفر نامے میں کمال(5)ان الفاظ میں ان کو خراج عقیدت پیش کیا:

"چینی کاشت کار زمین کا چپہ چپہ کاشت کرتے ہیں۔ وہ کم سے کم جگہ پر بھی کھیتی اگا لیتے ہیں۔ اتنے سلیقے اتنے قرینے سے اور نگہداشت بڑے خلوص سے کرتے ہیں۔ فصل کو لمحہ لمحہ بڑھتے دیکھتے ہیں اور کھیتی زمین کے سینے پر شیر خوار بچے کی طرح ہمکتی دکھائی دیتی ہے۔"

چینی دہقان کا ایمان ہے کہ زمین ماں ہے، وہ اس یقین سے بیج بوتا ہے کہ زمین بڑی سخاوت کرنے والی ہے۔ وہ فصلوں کی پرورش سو کروڑ چینی آبادی کو مد نظر رکھ کر کرتا ہے۔ کمال (5) کے الفاظ میں:

"چینی دہقان کھیت کنارے قطار اندر قطار چلتے ہیں، مودب ہو کر جیسے ماں کے قرب میں ہوں، وہ کام ختم کر کے دھیمے دھیمے گھروں کو لوٹتے ہیں جیسے زمین رزق اگلتی ہے آہستہ آہستہ۔"

اسلم کمال صاحب نے یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ چین میں بسنے والا ہر فرد محنتی ہے۔ مرد اور عورت میں کام کے حوالے سے کوئی تخصیص نہیں۔ جو کام مرد کرتے ہیں خوب کرتے ہیں اور جو کام عورتیں کرتی ہیں وہ بھی انتہا درجے تک محنت کرتی ہیں اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتی ہیں۔ ایک ایسا معاشرہ جس کا ہر فرد محنت کا عادی ہو، کام چور نہ ہو اور ملکی ترقی میں بھی کردار ادا کرے تو یقیناً وہ معاشرہ بھلائی کی جانب گامزن ہوتا ہے اور بہت جلد ان منازل کو چھو لیتا ہے جہاں پہنچنے کے لیے قومیں ہزاروں سال صرف کرتی ہیں۔ ایسا معاشرہ چین میں ہے جس کے مرد تو مرد عورتیں بھی کسی سے کم نہیں ہوتیں اور مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں۔ عورتوں کی محنت اور کام کے حوالے سے ایک کمال (5) کا یہ اقتباس دیکھیے:

"سڑک پر ٹرک، ٹرالیاں اور ریڑھے بلڈوزر اور ٹریکٹر قطار اندر قطار آتے جاتے ہیں۔ ڈرائیور زیادہ تر عورتیں ہیں جو چین میں ہر محنت ہر مشقت میں برابر کی حصہ دار ہیں یہاں تک کہ راہ میں ایک برساتی نالے پر زیر تعمیر پل پر چنائی کرتی اور پتھر اٹھا کر لاتی عورتیں ہم دیکھتے ہیں۔ جن کی نازک کلائیوں حنائی انگلیوں اور پتلی کمر سے شاعری کے دیوان روشن ہوتے ہیں۔"

اسلم کمال صاحب نے بڑی باریک بینی اور تسلی کے ساتھ چینی معاشرہ کے ہر پہلو کو سمجھنے کی کوشش کی۔ انہوں نے سفر نامے میں بہت زیادہ حد تک چینی معاشرے اور تہذیب و تمدن کو پیش کیا ہے۔ اس قدر محنتی لوگوں کی ضروریات زندگی کے بارے میں بھی انہوں نے بتایا کہ جو لوگ اتنے محنتی ہیں ان کی روزمرہ ضروریات اور گھریلو اشیا میں کیا کیا سامان موجود ہوتا ہے اور وہ لوگ کس طرح سے اپنی زندگی کو پر سکون اور خوشگوار بناتے ہیں۔

ایک اقتباس میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے کمال (5) لکھتے ہیں:

"چینیوں کی اوّل ترجیح بائیسکل ہے۔ نمبر ۲ سلائی مشین، نمبر ۱۳استری اور کسی کی عمر بہت طویل ہو اور قطرہ قطرہ جمع کر کے دولت کا دریا جمع کرلے تو ٹرانسسٹر خرید لیتا ہے۔ اور دولت کا دریا دریائے ینگسی جیسا لمبا ہو تو ٹی وی پر مورتیں بھی دیکھی جاتی ہیں۔ محلہ کمیٹیاں نہانے کے آٹھ ٹوکن ایک شخص کو ماہانہ دیتی ہیں۔ کوئی ایک ہی دن میں آٹھ بار نہالے یا ضرورت پڑنے پر نہالے۔ اب حکومت محدود جائیداد کی بھی چھوٹ دے رہی ہے۔ مثلاً چھوٹا سا مکان اور دہقان کو مختصر قطعہ اراضی جس کی پیداوار کا سرکاری حصہ نکال کر باقی دہقان کا ہوتا ہے۔"

سفر نامہ "لاہور سے چین تک" ایک ایسا سفر نامہ ہے جو چینی عوام کی تہذیب و تمدن اور ثقافت و معاشرت کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔ یہ ایک خطاط اور مصور کی ایسی تحریر ہے جس میں جگہ جگہ چینی تہذیب اور چینی عوام کی محنت اور مشقت سے بھرپور، محبت اور خلوص سے سرشار چینی قوم کی آپس میں ہم آہنگی کی تصویریں نظر آتی ہیں۔ سفر نامہ ایک تصویری آرٹ گیلری کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ جس کو پڑھنے والا بجا طور پر متاثر ہوتا ہے۔

چینیوں کے چین میں

ممتاز کالم نگار ادیب اور استاد حسن رضوی نے مختلف ممالک کے اسفار کیے اور ان ممالک کے بارے میں معلومات یکجا کرنے کی غرض سے سفر نامے بھی ترتیب دیے۔ انھی سفر ناموں میں سے ایک سفر نامہ "چینیوں کے چین میں" ہے۔ چین پر لکھے گئے دوسرے کئی سفر ناموں کی طرح اس سفر نامے کی خاصیت یہ ہے کہ حسن رضوی نے یہ سفر ادیبوں کے ایک وفد کے ساتھ حکومت پاکستان کی طرف سے چین کی ادیبوں کی تنظیم چائنہ رائٹرز ایسوسی ایشن کی دعوت پر کیا اور واپس آکر سفر نامہ لکھا۔ انہوں نے چین کے سفر میں وہاں کی تہذیب و ثقافت اور تاریخ کے علاوہ لوگوں کے نظام زندگی، روزگار کے مواقع، عام لوگوں کے حقوق، چین کے سوشل نظام اور خصوصی طور پر چین کے ادب اور شاعری پر بڑی محنت سے معلومات جمع کیں اور ان کو اپنے سفر نامے میں یکجا کر دیا۔

حسن رضوی صاحب نے سفر نامے میں وہاں کے کسانوں کی زندگی اور کام کاج کا جائزہ لیا اور ہانگچو اور سوچو جیسے دُنیا کے خوبصورت ترین شہروں میں بھی وقت گزارا۔ چین کی خوبصورتی اور قدرتی ماحول کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کی۔ چین میں جا کر ان کو جو سب سے بڑی مشکل پیش آئی وہ کھانے کا وقت تھا، چونکہ چینیوں کے ہاں وقت معینہ پر کھانا کھانا بہت ضروری ہے۔ اس لیے انہوں نے جو وقت کھانے کے لیے مختص کر رکھا ہے وہ اس سے ذرا بھر بھی

دیر نہیں کرتے اور کھانے کا وقت ہوتے ہی کھانے کی میز پر پہنچ جاتے ہیں۔ آنے والے مہمانوں کو بھی اس بات کا پابند بناتے ہیں کہ وہ ہمارے رواج اور طور اطوار کے مطابق ہی معاملات دیکھے تو بہتر ہے۔ چونکہ حسن رضوی اور ان کے ساتھیوں خاص طور پر منیر نیازی کو ایسی عادت نہیں تھی اس لیے انہوں نے جو وقت چین میں گزرا ان احکامات پر عمل کرنے میں کافی دشواری ہوئی۔ چین میں کھانے کا وقت رضوی (6) کے الفاظ میں کچھ اس ترتیب سے ہے:

> "تھانگ چینی میزبان ناشتے کو بھی کھانا کہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کے یہاں ناشتہ کا رواج نہیں یہاں تین مرتبہ کھانا کھایا جاتا ہے۔ صبح آٹھ بجے سے نو بجے، دوپہر ایک بجے اور شام چھ بجے سے آٹھ بجے۔ چینی اور کاموں کی طرح کھانے کے وقت کی بھی بہت پابندی کرتے ہیں اور یہ پابندی ہمیں بھی پندرہ روز تک چین میں قیام کے دوران کرنی پڑی۔"

جس طرح چینی لوگ کھانا وقت پر کھاتے ہیں۔ اسی طرح وہ خوب پیٹ بھر کر بھی کھانا کھاتے ہیں اور کھانے سے خوب سیر ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود چین کے لوگ صحت مند اور چست و توانا ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چین کے لوگ بہت زیادہ سائیکل سواری کرتے ہیں۔ روزانہ کی بنیاد پر ورزش کرتے ہیں اور کام میں بہت زیادہ محنت کرتے ہیں۔

ادب کسی بھی سماج کے رہن سہن اور زندگی کے تمام پہلوئوں کی عکاسی کرتا ہے۔ دُنیا کے تمام ممالک اپنے ادب، آرٹ، کلچر اور فنون لطیفہ کے ذریعے دوسرے ممالک میں فروغ حاصل کرتے ہیں اور یوں مختلف تہذیبیں یکجا بھی ہوتی ہیں۔

چین کا ادب بھی اس کے سماج کا عکاس ہے۔ لوگوں کے روز مرہ کاموں کے حوالے سے، کھانے پینے کے حوالے سے، قدرتی ماحول کے حوالے سے، تہذیب و تمدن کے حوالے سے، غرض وہ تمام معاملات جن کا چینیوں کی زندگی سے بالواسطہ یا بالاواسطہ تعلق ہے وہ ان کے ادب کا بھی حصہ ہے۔ چین میں شاعری، افسانہ اور ناول ادب کی تینوں بڑی اقسام موجود ہیں۔ چین کی شاعری کو دیکھا جائے تو اس میں ملک سے محبت اور وفا کا جذبہ ٹپکتا ہے۔ لوگوں کے مسائل کا تذکرہ ملتا ہے اور اس شاعری کو دوسری زبانوں میں ترجمہ کے ذریعے روشناس کرایا جاتا ہے۔

ناول اور افسانہ کے ذریعے بھی چینی لوگوں کے سماجی اور معاشی و معاشرتی مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔ محنتی کسانوں کے حوصلے بلند کیے جاتے ہیں اور مختلف ترجیحات جو ملکی لحاظ سے اہم ہوتی ہیں ان کو بھی ادب کا حصہ بنایا جاتا ہے۔ موسموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ چین میں موجود مظاہر قدرت و فطرت کا برملا اظہار کیا جاتا ہے۔ قدرتی نظاروں سے

روشناس کرایا جاتا ہے۔ اس کی اہمیت کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ چین میں دوسرے سماجی و معاشی مسائل کے بدلتے تناظر کے ساتھ چینی ادب میں بھی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اور نئے نئے موضوعات ادب کا حصہ بنتے ہیں۔ مثلاً جب چین آزاد ہوا تو اس سے پہلے اور بعد میں مائوزے تنگ اور دوسرے شعرا اور ادیبوں نے وطن سے محبت کا درس دیا اور سماجی مسائل کا ذکر کیا۔ آج کے جدید دور میں جب چین دُنیا پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہا ہے تو ایسے وقت میں ان کی ترجیحات اور سوچ میں فرق پایا جاتا ہے۔ ادب اقتصادی ترقی اور اس سے ملحقہ مسائل اور ضروریات چینی ادب کا حصہ ہیں۔ چین کے ادب پر حسن رضوی صاحب نے سیر حاصل بحث کی اور مختلف لوگوں سے مکالمے بھی کیے۔ اس حوالے سے رضوی (6) کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> "چین میں ہر لکھنے والا ادیب یا شاعر نہیں کہلاتا بلکہ ادیب یا شاعر کہلانے کے لیے لازمی ہے کہ اس کی کم از کم دو کتابیں شائع ہو چکی ہوں۔ ادیب بننے کے لیے باقاعدہ رائٹرز ایسوسی ایشن کو درخواست دینی پڑتی ہے۔ اگر کمیٹی منظوری دے دے تو درخواست دینے والے کو ممبر بنا لیا جاتا ہے۔ چین کے عوام کے نزدیک سب سے بڑا کام معیشت کی ترقی اور عوام کا معیار زندگی بلند کرنا ہے۔ دوسری ترجیح صنعتی میدان میں ترقی ہے جبکہ تیسری ترجیح ثقافتی ترقی ہے۔"

حسن رضوی صاحب نے وسیع ترین سیاحت کے تجربہ سے استفادہ کرتے ہوئے چین اور اس کے باشندوں کے متعلق معلومات اکٹھی کی ہیں اور قدیم و جدید دونوں طرز کو بطریق احسن اپنے سفر نامے میں بیان کیا ہے۔ سفر نامہ "چینیوں کے چین میں" اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ چین کی تہذیب و ثقافت اور زندگی گزارنے کے انداز کو بیان کرتا ہے۔

ریشم ریشم

"ریشم ریشم" اُردو کے نامور شاعر امجد اسلام امجد کا سفر نامہ ہے۔ انہوں نے یہ سفر نامہ اگست ستمبر ۱۹۹۱ میں پاکستانی وفد کے ساتھ کیے جانے والے چین کے دعوتی سفر کے بعد لکھا اور سفر کے خوشگوار لمحات، حسین یادوں، خوبصورت مناظر فطرت اور چین میں بسنے والے باشندوں کے مسکراتے چہروں کو اپنی یادوں کے کیمرے میں محفوظ کر لیا۔ سفر نامے "ریشم ریشم" میں امجد اسلام امجد نے چین کے ماضی کی طرف جھانکنے کی کوشش کی۔ موجودہ حکومت اور

عوام کی زندگی اور چال چلن کو دیکھتے ہوئے ماضی کے متعلق جانچ پڑتال کی اور مستقبل کے بارے میں پیشین گوئیاں کیں۔

"شہر ممنوعہ" چین میں بہت بڑی تاریخی جگہ ہے۔ یہ شہر قدیم بادشاہوں کے شاہی محلات کے طور پر جانا جاتا ہے۔ رقبے کے لحاظ سے یہ پورا شہر ہے۔ چین اور دوسرے ممالک سے آنے والے سیاح ذوق و شوق سے دیکھتے ہیں۔ دوسرے سیاحوں اور امجد اسلام امجد کے درمیان ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ سیاحوں نے اسے چین کی قدیم عمارت یا تاریخی یادداشتوں کے طور پر سمجھا ہے۔ امجد اسلام امجد کا حال ان سے مختلف ہے۔ وہ ایسی عمارات کو ماضی کی یادوں سے وابستہ کرتے ہیں اور چین کی تاریخ اور تہذیب و ثقافت کو اس کے بغیر نامکمل سمجھتے ہیں۔ انہوں نے ایسی چیزوں کو چین کی قدیم تاریخ سے جڑی ہوئی ایک لڑی قرار دیا ہے۔ امجد اسلام امجد کے مطابق شہر ممنوعہ کو اگر ختم کر دیا جاتا تو چین کی تاریخ کو شدید جھٹکا لگتا۔ کیونکہ یہ چیزیں آنے والے لوگوں کے لیے ایک سبق آموز کہانی کی طرح اپنی جگہ پر موجود ہوتی ہیں اور ان کو اپنے ماضی سے وابستہ زندگی کے محرکات کی طرف لے جاتی ہیں جو انسان کے ذہن کو جھنجھوڑتے ہیں کہ یہ دُنیا فانی ہے اور یہاں کسی کو بقا حاصل نہیں۔ جیسا برتاؤ آپ لوگوں کے ساتھ کروگے ویسا ہی آپ کے ساتھ بھی ہو گا اور آپ کی زندگی کا خاتمہ دوسرے انسانوں کے لیے نشانِ عبرت بن جائے گا۔ ایسا ہی حوالہ امجد (7) اپنے سفر نامے میں بھی دیتے ہیں:

> "چینی قوم اور اس کے راہنمائوں کی دانش مندی ہے کہ انہوں نے اپنے معاشرے سے صرف ماضی کے غلط رویوں کو ختم کیا ہے۔ سارے ماضی سے رشتہ منقطع نہیں کیا اور یوں تاریخ کے دھارے میں انہیں اپنی بنیادیں ڈھونڈنے کا وہ مسئلہ درپیش نہیں جس سے ان کی طرح کے کئی اور معاشروں کو گزرنا پڑ رہا ہے۔ شہر ممنوعہ ماضی کی ایسی یادگار ہے جس سے چینی عوام کی بہت تلخ یادیں وابستہ ہیں لیکن آج یہ شاہی محلات ایک طرح سے عوامی تفریح گاہیں بن چکے ہیں اور یوں ان کا وجود اس دکھ کا کتھارسس بھی مہیا کرتا ہے جو ان کے اجتماعی لاشعور کا حصہ ہے۔"

امجد اسلام امجد نے اپنے سفر نامے میں چین کو ماضی سے جوڑ کر حال کا مشاہدہ کیا اور چین کے مستقبل کو روشن قرار دیا۔ ان کے مطابق اگرچہ چین بہت تیزی سے ترقی کرتا جا رہا ہے لیکن اس کے باوجود اپنے ماضی کو کبھی بھی پیٹھ

پیچھے نہیں کیا۔ چین کے لوگوں کا معیار زندگی پہلے سے بہتر ہے اور خوشحالی کا اثر پورے ملک میں پھیل رہا ہے۔ یہی اس سفرنامے کا خلاصہ ہے جس میں امجد اسلام امجد کا مشاہدہ اور تجزیہ شامل ہے۔

چین بہ جبین

سفر نامہ "چین بہ جبین" ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی نے اس سفر کی روداد میں لکھا جو مارچ، اپریل۱۹۹۸ئ میں ایک ادبی وفد کے ہمراہ کیا گیا۔ یہ سفر بھی چین اور پاکستان ادبی فورم کے تحت کیا گیا۔ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی نے اس سفر نامے کے ذریعے چین کی تاریخ، تہذیب و ثقافت، کاشت کاری، دیوارِ چین اور وہاں کی رہائشی زندگی کا ذکر کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے چین کی جدوجہد آزادی کا تذکرہ بھی کیا اور مائوزے تنگ کے حالات زندگی پر بھی خصوصی بحث کی۔ چین کی ادبی اور نفسیاتی روایات میں کنفیوشس نے جو کردار آغاز میں ادا کیا اسے بھی زیر بحث لائے۔ انہوں نے چین میں موجود مختلف عجائب گھروں، تاریخی مقامات اور تاریخی عمارتوں کا ذکر بھی کیا۔یوں انہوں نے ہر لحاظ سے چین میں بسنے والے باشندوں کی ترجمانی اپنے سفر نامے کی بدولت کی۔

سفر نامے کے آغاز میں انہوں نے چین میں ایسی قدیم ایجادات کا ذکر کیا جو چین ہی میں اس وقت وجود میں آئیں جب باقی دُنیا کے خواب و خیال میں بھی ایسی چیزیں نہ تھیں۔ بیجنگ شہر میں سیر و سیاحت کرتے ہوئے فیضی (8)قدیم چین میں مختلف ایجادات کا ذکر یوں کرتے ہیں:

> "یہ بیجنگ ہے علم کی مٹھاس بلکہ علم اور مٹھاس کا شہر۔ جب یورپ کاغذ کا نام نہیں جانتا تھا۔ یہاں کاغذ بنایا جاتا تھا۔ جب یورپ شکر کے نام سے ناواقف تھا یہاں شکر سازی صنعت کی حیثیت رکھتی تھی۔ یہ بیجنگ ہے جب دُنیا جہاں کو حرف و بیان کے اسرار و رموز سے آگہی نہیں تھی۔ یہاں پر طاس و قلم کا طوطی بولتا تھا۔ اسی لیے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی امت سے کہا"علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔"

یہ بات بالکل درست ہے کہ چین نے ایسی بہت ساری ایجادات کا سہرا اس وقت اپنے سر باندھا جب باقی دُنیا نے ان کے بارے میں سوچا بھی نہ تھا۔ چین کا معیار زندگی دوسرے ممالک سے اس لحاظ سے بھی مختلف ہے کہ وہاں کے لوگ محنتی ہیں، مشقت پسند ہیں۔ خواہ ان کا مقام و مرتبہ اونچا ہی کیوں نہ ہو سادگی اور عجز و انکساری کا خوب اظہار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی ایک آفیسر مسٹر چن کے بارے میں فیضی(8) لکھتے ہیں:

"شنگھائی روانگی سے پہلے مسٹر چن نے ہمیں پر تکلف ظہرانہ دیا۔اس افسر کی شخصیت نے سب کو متاثر کیا تھا۔ گھومنے کے لیے ہماری گاڑی میں سوار ہوئے۔ کارخانے کے گیٹ پر خود گاڑی سے اتر کر گیٹ کھولتے اور بند کرتے ہوئے آتے جاتے رہے۔ ورکروں سے پیار، محبت، شفقت اور اپنائیت کے ساتھ ملتے تھے۔ ہمارے ڈرائیور کو اپنے پہلو میں بٹھا کر کھانا کھلایا اور ان کے ساتھ خوشگوار موڈ میں گپ شپ کرتے رہے۔ پہلی بار معلوم ہوا کہ غرور، نخوت اور تکبر کے بغیر بھی افسری چل سکتی ہے۔"

چین کے لوگوں کا ذوق باغبانی بھی دوسری اقوام سے مختلف ہے۔ وہ اس شعبہ کو ذوق وشوق سے اپناتے ہیں۔ بہت کم زمین سے اپنے لیے اور اپنے ملک کے لیے وسیع خوراک کا ذخیرہ اکٹھا کرتے ہیں۔ فیضی صاحب نے چینیوں کے اس شعبہ پر بھی خاص توجہ دی۔ اس سے متعلق فیضی(8) یوں ذکر کرتے ہیں:

"چینیوں کا ذوق باغبانی دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ حسن وجمال کے ساتھ فکر وخیال کا اہتمام بھی ہے۔ سوسن اور للی پہلو بہ پہلو کھڑے ہیں۔۔ بانس، صنوبر اور کنول میں ایک معنویت ہے۔ فنِ باغبانی میں انہیں تین دوستوں کا نام دیا جاتا ہے۔"

مندرجہ بالا اقتباسات کی مدد سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چین کے لوگ فطرت کے بہت زیادہ قریب رہتے ہیں۔ انسانوں کے علاوہ جانوروں، پرندوں اور مختلف چیزوں کا ان کی زندگی میں بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ جنگلی حیاتیات اور حشرات الارض چینیوں کی زندگی کا حصہ ہیں اور ان کی مختلف عادات واطوار سے بھی چینی استفادہ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب جب چین میں شہر ممنوعہ کی سیر کر رہے تھے تو اس دوران انہوں نے چین میں شیر اور اژدھے کی اہمیت کو دیکھا۔ اس بارے میں فیضی(8) لکھتے ہیں:

"اژدھا چینی روایات میں بادشاہت، حکومت اور سطوت وشوکت کی علامت ہے۔ دیواروں، راہداریوں اور چھتوں پر دوڑتا نظر آتا ہے۔ شیر چین میں طاقت، قوت، فتح اور جاہ وجلال کی علامت ہے۔ جابجا منہ کھولے بیٹھا ہوا نظر آتا ہے۔ کہیں کانسی کا بنا ہوا ہے، کہیں سنگ مرمر کا، کہیں سنگ سیاہ کا اور سنگ سرخ کا۔"

مختلف جانوروں، پرندوں اور نباتات کا چین کی روایات اور تہذیبی اقدار میں بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ ان کے ساتھ مختلف مقامات جو تاریخی اہمیت کے حامل ہیں وہ بھی چین میں خاص درجہ رکھتے ہیں۔ یہ مقامات چین کی تاریخی، ثقافتی، معاشرتی اور تہذیبی روایات کے عکاس ہیں۔ جس کی چند ایک مثالیں ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی نے بیان کی ہیں۔ وہ سوچو شہر کے بارے میں فیضی(8) لکھتے ہیں:

"چینی کہتے ہیں کہ ایک جنت آسمان پر ہے دوسری جنت زمین پر اور زمین پر جنت شنگ، ری، لاسوچو ہے۔ مارکوپولو نے چینیوں کی کہاوت سنی اور سوچو دیکھنے کے بعد اس جنت نظیر خطے کو "مشرق کا وینس" قرار دے دیا۔"

چین کو ایک لحاظ سے عجائبات کا گھر بھی کہا جا سکتا ہے۔ ایک طرف قدیم و جدید ایجادات سے چینی دوسری اقوام کو حیران کرتے ہیں تو دوسری طرف شہر ممنوعہ جیسے تاریخی مقامات نے چین کی تاریخی جدوجہد اور قدیم چین کی روایات کو محفوظ رکھا ہے۔ دیوارِ چین جیسا اہم ترین سنگ میل چینیوں نے محنت اور مشقت کر کے پروان چڑھایا جو کہ سات عجائباتِ عالم میں سے ایک ہے۔ چین کے لوگ زیادہ تر بدھ مت کے پیروکار ہیں۔ کنفیوشس چین کی مذہبی اور ادبی روایات کا بانی شخص ہے۔ چینی کنفیوشس کی تقلید اب بھی کرتے ہیں جبکہ اسے گزرے ہوئے کئی صدیاں گزر چکی ہیں۔ کنفیوشس کا ایک قول جو کہ فیضی(8) نے نقل کیا ان الفاظ پر مشتمل ہے اپنی پسند کے کام کا انتخاب کرو گے تو زندگی میں ایک دن بھی تمہیں محسوس نہیں ہو گا کہ تم کام کر رہے ہو۔

دیوارِ چین کے اس پار

ارشاد احمد عارف ایک صحافی ہیں اور اکتوبر ۱۹۹۱ میں صحافتی مقاصد کی غرض سے انہوں نے چین کا سفر کیا۔ وہ چین میں چین کی سالگرہ کی تقریبات کا مشاہدہ کرنے کی غرض سے "نوائے وقت" اخبار کی طرف سے گئے اور ایک صحافی کی بجائے سیاح کا روپ دھار لیا۔

مختلف تقریبات اور چین کی عام عوام کی زندگی کا باریک بینی سے مشاہدہ کیا اور واپسی پر سفر نامہ "دیوارِ چین کے اس پار" تحریر کیا۔ انہوں نے خالص ادبی لہجہ اپناتے ہوئے چین کی تہذیب و معاشرت کے علاوہ چین کے سرکردہ راہنمائوں جو مختلف اوقات میں چینی عوام کی خبر گیری کرتے رہے کا خصوصی تذکرہ کیا۔ جن میں مائوزے تنگ اور ڈاکٹر

سن یات سین قابل ذکر ہیں۔اس کے علاوہ چین کی تاریخ کا بغور جائزہ لیا اور سفر نامہ میں اہم حقائق سے روشناس کرانے کی کوشش کی۔ ارشاد احمد عارف صاحب نے سفر نامے میں چین میں پائے جانے والے مذاہب کا بھی ذکر کیا جن میں بدھ مت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور اسلام کی آمد اور مسلمانوں کے حالات کا تذکرہ بھی کیا۔

سفر نامہ "دیوارِ چین کے اس پار" میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ چین کے لوگ اپنے آبائو اجداد اور گزر جانے والے راہنمائوں اور رہبروں کی قدر کرنے والے ہیں۔کئی صدیاں گزر جانے کے باوجود کنفیوشس کی وہی قدر و منزلت ہے جو جدید دور میں مائوزے تنگ اور دوسرے راہنمائوں کو دی جاتی ہے۔ کنفیوشس کا وجود چین والوں کے لیے باعث راحت اور برکت بنا۔کیونکہ اس نے انسانیت کی قدر کرنا سیکھائی۔دوسروں کی عزت کرنا سیکھائی۔محبت اور شفقت کو چینی معاشرے میں پروان چڑھایا۔ایک لحاظ سے کنفیوشس نے چین کے لوگوں کی اخلاقی تربیت کی جس کے اثرات آج بھی چین کی تہذیب و معاشرت کا حصہ ہیں۔ عارف (9) نے کنفیوشس کے کئی اقوال درج کیے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

> "جو چیز تم اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرو۔ جو چیز تمہیں ناپسند ہو وہ کبھی دوسرے کے لیے موزوں نہ سمجھو"۔
>
> "عظیم انسان کی تعریف یہ ہے کہ پہلے وہ خود دوسروں کے لیے مثال بنتا ہے پھر دوسروں کو تقلید کی دعوت دیتا ہے"۔
>
> "بڑا آدمی آفاقی نقطہ نگاہ رکھنے کی وجہ سے غیر جانبدار ہوتا ہے۔ چھوٹا آدمی جانبدار ہوتا ہے اور اس کا نقطہ نظر آفاقی نہیں ہوتا۔"

جس قوم کی تربیت اس انداز میں ہو کہ اسے انسانیت کا درس دیا جائے۔ آفاقیت کا درس دیا جائے، محبت کا درس دیا جائے اور وہ بھی اس وقت جب باقی تمام دُنیا جہالت کے اندھیروں میں گم سم ہو تو ایسی قوم کا مستقبل روشن اور تابناک ہی ہو گا۔چین کی تاریخ اور تہذیب پر بھی اس سفر نامے میں تفصیلی معلومات جمع کی گئی ہیں جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چین کی تاریخ اور تہذیب دونوں دُنیا کی قدیم ترین اور بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔ اس حوالے سے عارف (9) کا ایک اقتباس ان الفاظ پر مشتمل ہے:

> "چین آبادی کے لحاظ سے دُنیا کا بڑا ملک ہی نہیں، ایک قدیم ترین تہذیب بھی رکھتا ہے۔ جو کم و بیش چھ ہزار سال پرانی ہے۔ تاہم اس کا ریکارڈ دیومالائی قصے کہانیوں میں ملتا ہے۔ڈریگن کی طرح قدیم چینی

اپنے پہلے مقامی حکمران فوگ ژی ۲۸۵۲ق م تا ۲۷۳۸ق م اور اس کی ملکہ لوگ وا کو دیوی دیوتا کا درجہ رکھتے تھے۔ چنانچہ قدیم تصویروں میں دونوں کو کمر سے اوپر سے انسانی اور نیچے ڈریگن کی شکل میں دکھایا جاتا ہے۔"

اس اقتباس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چین قدیم تاریخ اور تہذیب کا گہوارہ ہے اور دُنیا میں اپنی تہذیب و ثقافت کو پوری آب و تاب کے ساتھ روشناس کروا رہا ہے۔ سیاحوں کی بڑی تعداد اب چین کا رخ کرتی ہے اور اس کی تاریخ و تہذیب اور طرز معاشرت جاننے کی کوشش کرتی ہے۔ روزانہ کی بنیاد پر سینکڑوں سیاح چین کی سیاحت سے مستفید ہوتے ہیں اور واپس جا کر یہاں کی علم دوستی، انسان دوستی اور یہاں کی تہذیب سے دوسرے لوگوں کو روشناس کراتے ہیں۔

چین آشنائی

سفر نامہ "چین آشنائی" شاہ محمد مری کا ایک بہترین اور مفصل سفر نامہ ہے۔ یہ سفر نامہ چین کی تاریخ، تہذیب و معاشرت، خاندانی رسوم ورواج، روزگار، تعلیم و تربیت اور دیگر عوامل پر مشتمل ہے۔ شاہ محمد مری نے بھی ان ادیبوں کی طرح چین کا سفر کیا جو حکومت پاکستان کی طرف سے چین کی دعوت پر گئے اور وہاں چند دن حکومت کی سرپرستی میں رہ کر چین میں زندگی گزارنے کے طور طریقے دیکھے۔ انہوں نے چین کی تاریخ اور تہذیب کو سمجھنے کی کوشش کی اور الفاظ کا جامہ پہنا کر سفر نامہ کی شکل دی۔ چین کے تعارف کے حوالے سے مری (10) کے سفر نامہ "چین آشنائی" کا ایک اقتباس دیکھیے:

"چین تہذیبی اور ریاستی طور پر ہزاروں برس کی تاریخ رکھتا ہے۔ یہ وطن سماجی آزادی کے علمبرداروں سے ہی مزین نہیں بلکہ اس نے تو بے شمار سائنس دان، موجد، انجینئر، فلاسفر، شاعر و ادیب پیدا کیے۔ ان کی ماہرانہ کھیتی باڑی نے کثیر آبادی کے لیے اساس فراہم کی۔ کاغذ، ریشم، بارود، بحری قطب نما، طباعت اور پورسلین کا شمار چینیوں کی معروف صنعتی اور سائنسی ایجادات میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ایندھن کے لیے کوئلہ استعمال کیا۔ نمک اور قدرتی، گیس کے لیے گہرے کنویں کھودے۔ دھاتیں پگھلانے کے لیے پانی والے پہیے والی دھونکنی مروج کی۔ نہروں پر بند باندھنے انہوں نے شروع کیے۔ چھتری بھی چینیوں کی ایجاد ہے زلزلوں کا سراغ لگانے کے لیے زلزلہ پیما کلیہ ادھر ہی سے آیا"

چین کے لوگ بہت زیادہ محنتی ہیں۔ انہوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں محنت کی، قربانیاں دیں اور منزل مقصود حاصل کی۔ یہی محنت، مشقت، خلوص اور جذبہ ان کے حصول آزادی میں بھی شامل تھا۔ انہوں نے آزادی کی خاطر بہت زیادہ قربانیاں دیں اور سخت محنت اور جدوجہد کے بعد منزل تک پہنچے۔ چین کے لوگوں کی تعلیم و تربیت اس انداز سے کی گئی ہے کہ پوری قوم کی ترجمانی ادب کے ذریعے ہوتی ہے۔ ادیب لوگ اپنی عوام سے محبت کرتے ہیں اور ان کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ ادب کے ذریعے انسانوں کی فلاح و بہبود کا کام کیا جاتا ہے اور پھر لوگ ترقی کی منازل طے کرتے ہیں۔

چین میں تمام قوموں کو سرکاری سرپرستی بھی حاصل ہے اور ان تمام قوموں کو ترقی کے برابر مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ کسی بھی قسم کی نسل پرستی یا قوم پرستی میں ناانصافی نہیں کی جاتی بلکہ برابری کی سطح پر ہر قوم کو عزت و تکریم دی جاتی ہے۔ چین کے تقریباً تمام شہروں میں عجائب گھر موجود ہیں جہاں پر مختلف عجائبات کے ساتھ ساتھ مختلف قوموں اور نسلوں کی تاریخ، تہذیب، ثقافت، معاشرت اور دوسرے امور سے متعلق تفصیلی معلومات موجود ہوتی ہیں۔ جن کے ذریعے سے آنے والے سیاحوں کو چین کی قدیم تاریخ کے اوراق دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ ''چین آشنائی'' میں مری(10) ایک اقتباس ان الفاظ پر مشتمل ہے:

> "چین ۵۶ نسلوں پر مشتمل ملک ہے۔ اور یہ ساری مختلف نسلی تہذیبیں مکمل بقا اور پیوستگی باہم کے پراسیس میں خوبصورت عظیم چینی کلچر سامنے لاتی جاتی ہیں۔ وہ آبادی یا اپنے علاقے کے رقبے سے قطع نظر برابری کی حیثیت میں ریاستی امور چلانے میں حصہ لیتی ہیں۔ ہر اقلیتی قومیت نیشنل پیپلز کانگریس میں نمائندگی رکھتی ہے۔ جو کہ عوامی جمہوریہ چین کے ریاستی اقتدار کا بلند ترین ادارہ ہے۔"

اس سفرنامے کا جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ شاہ محمد مری نے یہ سفرنامہ لکھنے میں اپنی پوری تخلیقی قوت صرف کی۔ انہوں نے ایسی تمام باتیں سفرنامے میں لکھیں جن کا مشاہدہ دوران سفر کیا اور ایک غیر جانبدار سیاح کے طور پر سفر کرنے کے بعد ایک غیر جانبدار مصنف کا کردار ادا کرتے ہوئے ایک بہترین اور چینی تہذیب کا عکاس سفرنامہ تخلیق کیا۔

چین پر لکھے گئے سفرناموں کا جائزہ لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ چین پر سفرنامے لکھنے والے سفرنامہ نگاروں کے سفر کرنے کی تین وجوہات ہیں جن کی بنیاد پر سفرنامے لکھے گئے۔ چین کا سفر کرنے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ چین اور پاکستان

کے درمیان کافی عرصہ تک ادبی وفود کا تبادلہ ہوتا رہا۔ چین کے ادیبوں کا وفد پاکستان کا دورہ کرتا اور یہاں کے مختلف علاقوں کی سیر و سیاحت کرتا۔ اس وفد کے تبادلے میں پاکستان کی طرف سے ادیبوں کا وفد چین کا دورہ کرتا اور چائنہ رائٹر ایسوسی ایشن کی میزبانی میں چین کی سیر و سیاحت کرتا۔ مختلف شہروں، دیہاتوں اور تاریخی مقامات کی سیر کی جاتی اور وہاں کی تہذیب و ثقافت کا بنظرِ غائر جائزہ لیا جاتا۔ یہ وفود جب واپس پاکستان میں آتے تو ان میں سے کئی ادیب چین کا سفر نامہ لکھتے۔ اس فہرست میں ابنِ انشا، ارشاد احمد عارف، شاہ محمد مری، ڈاکٹر وحید قریشی، اسلم کمال، امجد اسلام امجد، ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی اور فقیر اللہ خان کے علاوہ رشید امجد جیسے سفر نامہ نگار شامل ہیں۔ ان احباب کے سفر ناموں میں ایک چیز جس کی کمی محسوس ہوتی ہے وہ یہ کہ ان سفر ناموں میں دیہی زندگی کی نسبت شہری زندگی کے معمولات زیادہ ملتے ہیں اور چند ایک سفر ناموں میں دیہاتی زندگی کے آثار نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وفود وقت اور میزبانوں کے ترتیب دیئے گئے پروگرام کے پابند تھے اور ان کے مختص کردہ مقامات کی ہی سیر کر پاتے تھے۔

چین پر سفر نامہ لکھنے والوں کی دوسری فہرست ایسے لوگوں کی ہے جو یا تو سرکاری مہمان کے طور پر چین بُلائے گئے یا دیگر مقاصد کے تحت چین کا سفر کیا۔ ایسے لوگوں میں مستنصر حسین تارڑ، ڈاکٹر آصف محمود (جاہ) اور جسٹس (ر) خواجہ محمد شریف کے نام شامل ہیں۔

چین کے حوالے سے سفر نامہ لکھنے والے تیسرے گروہ میں ایسے لوگ ہیں جنھوں نے سیاحت کی غرض سے چین کا سفر اختیار کیا اور ذوقِ سیاحت انہیں اس ملک کی طرف لے گیا۔ ایسے لوگ کسی بھی قسم کی پابندیوں سے آزاد تھے اور کسی بھی مقام پر کسی بھی وقت جاسکتے تھے اور آزادی کے ساتھ گھوم پھر سکتے تھے۔ ایسے سفر نامہ نگاروں میں نواب محمد عمر، جمیل الزماں، تاج محمد لنگاہ، ملک اشفاق اور ڈاکٹر شفیق انجم جیسی شخصیات شامل ہیں۔

چین دُنیا کا قدیم ترین ملک ہے اور اس کی تہذیب و ثقافت جس قدر پُرانی ہے اسی قدر پختہ اور محفوظ ہے۔ یہاں بسنے والے لوگ اپنی تہذیب و ثقافت اور اپنے ملک سے بہت زیادہ محبت کرنے والے ہیں۔ چین کی تہذیب کے ایسے بہت سے پہلو ہیں جن کی وجہ سے چین کی تہذیب دُنیا کی باقی تہذیبوں سے ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ کسی بھی ملک اور قوم کے تہذیبی و ثقافتی خدوخال اس ملک و قوم کی شناخت ہوتے ہیں۔ قوموں کی سماجی و سیاسی عکاسی اس کی تہذیب و ثقافت سے عیاں ہوتی ہے۔ چین کی تہذیب وثقافت کی زرخیزی اس بات کا ثبوت ہے کہ چین کے باشندے اپنی تہذیب کے پاسدار اور امین ہیں۔

گذشتہ چند دہائیوں سے چین معاشی طاقت بن کر عالمی افق پر نمودار ہوا ہے۔ چین کی بڑھتی ہوئی معیشت میں تمام ملکوں اور قوموں کی توجہ اپنی طرف مرکوز کی ہے سائنسی و زرعی اور اقتصادی صورتِ حال سے چین ایک مثالی ملک

بن کر سامنے آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دُنیا کے تمام ملکوں کے باشندے اس ملک کی طرف کشش رکھتے ہیں اور اس ملک کی سیر و سیاحت کو ترجیح دیتے ہیں۔ پاکستان اور چین کے لوگ ایک دوسرے کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے ملک کا سفر اختیار کرتے ہیں۔ اُردو سفر ناموں میں چین کی تہذیب و ثقافت کے تمام پہلوؤں کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ ان سفر ناموں میں سیاح کی نگاہ صرف حالاتِ حاضرہ کا جائزہ نہیں لیتی بلکہ قدیم و جدید تہذیبی و معاشرتی رویوں کا جائزہ بھی لیتی ہے اور تاریخ و جغرافیہ کو بھی گہری نظر سے دیکھتی ہے۔

چین پر لکھے گئے سفر ناموں میں ایسے سفر نامے جو سرکاری وفود کی صورت میں سفر کرنے والے سفر نامہ نگاروں نے لکھے ان تمام سفر ناموں میں قریباً ایک جیسی معلومات پائی جاتی ہیں اور مخصوص مقامات جن میں دیوارِ چین، شہرِ ممنوعہ، ٹیرا کوٹا فوج، شنگھائی، بیجنگ، سوچو، ہانگ چو اور دیگر ملحقہ علاقوں کے علاوہ عجائب گھروں کے بارے میں زیادہ لکھا گیا ہے۔ ان سفر ناموں میں شہری زندگی کے آثار دیہات کی نسبت زیادہ نمایاں ہیں۔ البتہ چند ایک سفر نامہ نگاروں نے خصوصی طور پر چین میں دیہی زندگی کو زیادہ قریب سے دیکھنے کی کوشش کی جن میں شاہ محمد مری، ڈاکٹر عنائیت اللہ فیضی اور حسن رضوی کے سفر نامے شامل ہیں۔

چین کی قدیم تاریخ اور تہذیب و ثقافت کے بارے میں بھی بعض سفر نامہ نگاروں نے اظہارِ خیال کیا ہے اور قدیم چین میں تہذیب و تمدن، ایجادات اور جغرافیائی صورتِ حال کی بہت ساری مثالیں پیش کی ہیں۔ مختلف ادوار میں حکمرانی کرنے والے بادشاہوں اور ان کی رعایا کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔ کسان کی زندگی کے بارے میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ قدیم چینی ادب اور فنونِ لطیفہ کے علاوہ مختلف روحانی پیشواؤں کے بارے میں بھی تسلی بخش معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

چین میں اسلام کی آمد اور چین میں بسنے والے مسلمانوں کے بارے میں بھی ان سفر ناموں میں بحث کی گئی ہے۔ چین کی تعمیر و ترقی اور اس میں مسلمانوں کے کردار کے بارے میں بھی گفتگو ملتی ہے۔ مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا عبد القدوس ہاشمی اور مولانا کوثر نیازی کے سفر نامے اس کی بہترین مثال ہیں۔ سنکیانگ، تبت، کاشغر اور اروچی چین کے شمالی علاقہ جات میں شمار ہوتے ہیں اور یہاں مسلمانوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ یہاں کے باشندوں کے حالاتِ زندگی، طرزِ بود و باش اور علاقائی رسوم و رواج کے بارے میں مستنصر حسین تارڑ، ڈاکٹر شفیق انجم اور ملک اشفاق نے سفر نامے لکھے ہیں اور خوبصورت علاقوں کو لفظوں کی لڑی میں پرو کر قارئین کے لئے ادبی خدمات کی صورت میں پیش کیا ہے۔

کسی بھی قوم کی ایجادات اس قوم کی تہذیب و ثقافت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ قدیم چینی ایجادات کے بارے میں بھی ان سفر ناموں میں گفتگو کی گئی ہے۔ قدیم چینی ایجادات کو پوری دُنیا میں برتری حاصل ہے۔ ایسی ایسی ایجادات کی گئیں کہ انہیں پوری دُنیا میں پذیرائی حاصل ہوئی۔ چین کا ریشم، کاغذ کا ایجاد ہونا، بارودی مواد کی تیاری، مختلف قسم کے اوزار، چینی برتن سازی اور دوسری کئی ایجادات جن میں چینی قوم نے اپنی ذہانت کا لوہا عالمی اقوام کے سامنے منوایا۔ چین کے سفر ناموں میں ان ایجادات کے بارے میں خوب تذکرہ ملتا ہے۔

جدید چین کے بارے میں بھی اُردو سفر ناموں میں آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح چین نے انتہائی کم وقت میں ترقی کی تمام منازل طے کی ہیں اور عالمی اُفق پر ایک طاقتور معیشت کی صورت میں ابھرا ہے ان تمام امور کو سفر ناموں میں موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو چین پر سفر نامہ لکھنے والے سفر نامہ نگاروں نے اپنی اپنی بصیرت کے مطابق چین کی تہذیب و ثقافت اور معاشرت کو بیان کیا ہے۔ حالات کے مطابق بدلتی صورتِ حال کے ساتھ ساتھ چینی ترقی کی رفتار کو سفر ناموں میں خصوصی موضوع بنایا گیا ہے۔ قاری جب چین کا سفر نامہ پڑھے تو اس کو احساس ہو گا کہ وہ خود چین گھوم کر آیا ہے۔ اس قدر خوبصورتی کے ساتھ سفر نامہ نگاروں نے گذرے لمحات کو اپنی تحریروں میں سمویا ہے۔ ان سفر ناموں میں ادبی چاشنی بھی ملتی ہے اور مزاح کے علاوہ سنجیدہ موضوعات بھی ملتے ہیں۔ تاریخ بھی ملتی اور تہذیب و تمدن کی عکاسی بھی نظر آتی ہے۔

اکثر سفر ناموں میں پاک چین دوستی کو بھی اُجاگر کیا گیا ہے اور ان دونوں ممالک کی عوام کے درمیان تہذیبی، ثقافتی، معاشی، معاشرتی اور اقتصادی پہلوؤں کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس دوران سفر نامہ نگار جذباتیت کا شکار بھی ہوتے ہیں اور چین کے ملک اور عوام کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور چین کی تعمیر و ترقی پر داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ چین پر لکھے جانے والے یہ سفر نامے چین کی تہذیب و ثقافت کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ دونوں ممالک کی عوام کو آپس میں ملاتے ہیں۔ اُمیدِ واثق ہے کہ ماضی کے سفر نامہ نگاروں نے چین کی تہذیب و ثقافت کا جو عکس بنایا ہے آنے والے دور کے سفر نامہ نگار اس میں نقش گری ضرور کریں گے۔

حوالہ جات وحواشی:

(۱)بدایونی،مولاناعبدالحامد،(۱۹۵۷ء)،تاثراتِ چین،کراچی:آفسٹ لیتھو پریس،ص ۸۲،ص ۱۷،ص ۸۳
(2)ہاشمی،مولاناعبدالقدوس،(۱۹۵۷ء)،سفر چین،کراچی:مکتبہ مہر نیم روز،ص ۴،ص ۳۵،ص ۱۱۷
(3)ابن انشا،(۲۰۱۴)،چلتے ہو تو چین کو چلیے،لاہور:لاہور اکیڈمی ص ۱۵۸
(4)نیازی،مولانا کوثر،(۱۹۷۵ء)،ایک ہفتہ چین میں،لاہور:شیخ غلام علی اینڈ سنز،ص ۴۴،ص ۹۷،ص ۲۹،
ص ۸۸،ص ۸۵
(5)کمال،اسلم،(۱۹۸۹ء)،لاہور سے چین تک،لاہور،مقبول اکیڈمی،ص ۱۱،ص ۴۵،ص ۲۴،ص ۲۶-۳۶،
ص ۲۹،ص ۲۷
(6)رضوی،حسن،(۱۹۹۳ء)،چینیوں کے چین میں،لاہور،سنگِ میل پبلی کیشنز،ص ۲۷،ص ۱۶۱
(7)امجد،اسلام امجد،(۱۹۸۹ء)،ریشم ریشم،لاہور،سنگِ میل پبلی کیشنز،ص ۱۴
(8)فیضی،عنایت اللہ،(۱۹۸۹ء)، چین بہ جبین،اسلام آباد،دوست پبلی کیشنز،ص ۲۴،ص ۱،ص ۹۹،ص ۲۹ص
،ص ۵۵۹-۳-۶۹
(9)عارف،ارشاد،احمد،(۲۰۰۰ء)،دیوار چین کے اُس پار،لاہور،خزینہ علم وادب،ص ۵۰،ص ۵۴
(10)محمد مری،شاہ،(۲۰۰۷ء)،چین آشنائی،لاہور،سانجھ پبلی کیشنز،ص ۲۴